المصباح المنیر

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

سورۂ فاتحہ —— سورۂ آل عمران

امام ابو الفدا، عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
۷۰۱ – ۷۷۴ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ اللہ

تہذیب، تخریج، تحقیق و نظرثانی:
شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دارالسلام

دارالسلام
DARUSSALAM

المصباح المنير

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثارِ سلف کی روشنی میں

5

سورۂ سبا ——— سورۂ نجم

امام ابو الفداء عماد الدین حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ

٧٠١ - ٧٧٤ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ اللہ

تخریج، تحقیق و نظرثانی: شعبۂ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دارالسلام، لاہور

دارالسلام
DARUSSALAM

دارُالسّلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

- الریاض۔ العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 • سویلم فون: 2860422 01
- مندوب الریاض: موبائل: 0503459695-0505196736 • قصیم (بریدہ): فون / فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
- مکہ مکرمہ۔ موبائل: 0502839948-0506640175 • مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
- جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 • الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
- خمیس مشیط فون / فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328 • ینبع البحر فون / فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ • ہیوسٹن فون: 7220419 713 001 • نیویارک فون: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

- 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7240024-7232400-7111023-7110081 42 0092 فیکس: 7354072 موبائل: 0322-8484569
- غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 موبائل: 0322-4439150
- Y-260 بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 042-5084895 موبائل: 0321-4212174

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون / فیکس: 2281513 51 0092 موبائل: 5370378 0321
کراچی مین طارق روڈ، (D.C.HS / 110,111-Z) ڈالمین مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937 موبائل: 0321-2441843

ح مكتبة دار السلام، ١٤٣٠ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
الدمشقي، ابي الفداء الحافظ اسماعيل ابن كثير
المصباح المنير في تهذيب تفسير ابن كثير - الجزء الخامس. / ابي الفداء الحافظ اسماعيل ابن كثير الدمشقي - الرياض، ١٤٣٠ هـ
ص: ٦٥٠ مقاس: ١٧×٢٤ سم
ردمك: ٥-٨٩-٠٠٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨ (النص باللغة الاردية)
١- القرآن - التفسير بالماثور أ. العنوان
ديوي ٢٢٧,٣٢ ١٤٣٠/٨٥

رقم الإيداع: ١٤٣٠/٨٥
ردمك: ٥-٨٩-٠٠٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا یَسْـَٔلْكُمْ

بس دنیاوی زندگی تو محض ایک کھیل اور تماشا ہے، اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو (تو) اللہ تمھیں تمھارے اجر دے گا، اور وہ تم سے تمھارے

اَمْوَالَكُمْ ﴿36﴾ اِنْ یَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَیُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿37﴾ هٰۤاَنْتُمْ

(تمام) مال نہیں مانگے گا﴿36﴾ اگر اللہ تم سے (تمام) مال کا سوال کرے، پھر وہ (اس پر) اصرار کرے، تو تم بخل کرو گے، اور وہ تمھارے کینے نکال باہر

هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ

کرے گا﴿37﴾ سنو! تم تو وہ لوگ ہو کہ تمھیں دعوت دی جاتی ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو، پھر تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں، اور جو بخل

عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ

کرتا ہے تو بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے، اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو، اور اگر تم پھرو گے تو اللہ تمھارے سوا دوسرے لوگ بدل لائے

4 ع 10 8 ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿38﴾ ع

گا، پھر وہ تم جیسے (نافرمان) نہ ہوں گے﴿38﴾

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ یہ سمجھتے تھے کہ ہر نیک عمل مقبول ہے حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿33﴾ ﴾ تو ہم نے کہا کہ یہ کون سی چیز ہے جو ہمارے اعمال کو ضائع کردیتی ہے۔ پھر ہم نے کہا کہ جہنم کو واجب کردینے والے کبیرہ گناہ اور فواحش حتی کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوگیا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ ﴾ (النسآء 48:4) ”بے شک اللہ اس (گناہ) کو نہیں بخشے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے بخش دے۔“ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ہم اس بارے میں گفتگو سے رک گئے، ہم کبیرہ گناہوں اور فواحش و منکرات کا ارتکاب کرنے والے کے بارے میں ڈرتے تھے اور ان کا ارتکاب نہ کرنے والے کے لیے پرامید تھے۔ ①

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو دنیا و آخرت میں سعادت و کامرانی کا موجب ہے اور اس نے ارتداد سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے تمام اعمال اکارت ہوجاتے ہیں، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿33﴾ ﴾ ”اور اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔“ یعنی ارتداد کے ساتھ، اسی وجہ سے اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿34﴾ ﴾ ”بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے رستے سے روکتے رہے، اور پھر کافر ہی مر گئے تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ ﴾ (النسآء 48:4) ”بے شک اللہ اس (گناہ) کو نہیں بخشے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) کو جس کے لیے چاہے بخش دے۔“ پھر اللہ جل وعلا نے اپنے مومن بندوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَلَا تَهِنُوْا ﴾ ”تو تم کمزور نہ پڑو۔“ یعنی دشمنوں کے مقابلے میں

① تعظیم قدر الصلاۃ لمحمد بن نصر المروزی: 646/2، رقم: 699(C.D).

کمزوری نہ دکھاؤ۔ ﴿ وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ﴾ ''اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف (نہ) بلاؤ۔'' یعنی اپنی قوت، تعداد اور ساز و سامان کی کثرت کی حالت میں دشمن کو صلح و سلامتی کی دعوت نہ دو، البتہ اگر تمام مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کو قوت و کثرت حاصل ہو اور حاکم وقت معاہدہ و مصالحت ہی کو مصلحت سمجھے تو پھر وہ کفار کو صلح کی پیشکش کر سکتا ہے جیسا کہ کفار قریش نے جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور انھوں نے آپ کو دعوت دی کہ صلح کر لی جائے اور دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس پیشکش کو قبول فرما لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ ﴾ ''اور اللہ تمھارے ساتھ ہے۔'' اس میں بہت زبردست بشارت ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت اور غلبہ حاصل ہوگا۔ ﴿ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴾ ''اور وہ تمھارے اعمال کو کم (اور گم) نہیں کرے گا۔'' یعنی وہ انھیں اکارت اور رائیگاں کر کے تمھیں ان سے محروم نہیں کرے گا بلکہ وہ تمھیں ان کا پورا پورا اجر و ثواب بھی عطا کرے گا اور تمھارے اعمال صالحہ کو ذرہ بھر کم بھی نہیں کرے گا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:36-38

دنیا کے حقیر ہونے کا بیان: اللہ تعالیٰ نے دنیا کو حقیر اور بے حیثیت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ﴾ ''دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے۔'' یعنی دنیا کا حاصل کھیل اور تماشا ہی ہے، سوائے اس کے جو اس (دنیا) میں سے اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴾ ''اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو وہ تم کو تمھارے اجر دے گا اور تم سے تمھارے مال طلب نہیں کرے گا۔'' یعنی وہ تم سے بے نیاز ہے، وہ تم سے کچھ طلب نہیں کرتا، اس نے تمھارے مال میں صدقات تو تمھارے فقیر بھائیوں ہی کی ہمدردی و خیر خواہی کے لیے فرض کیے ہیں تاکہ اس کا نفع تمھیں ہی حاصل ہو اور اس کا ثواب بھی تمھیں ملے، پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا ﴾ ''اگر وہ تم سے مال طلب کرے، پھر وہ تم سے مبالغہ و اصرار کرے تو تم بخل کرنے لگو۔'' یعنی تمھیں حرج میں مبتلا کر دے تو تم بخل کرنے لگو گے۔ ﴿ وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴾ ''اور تمھارے کینوں کو نکال باہر کرے۔'' قتادہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اموال نکالنا درحقیقت کینوں کو نکال دینا ہے۔[1] قتادہ نے یہ بالکل سچ کہا ہے کیونکہ مال سے انسان کو محبت ہوتی ہے اور انسان اسے صرف اسی کام میں خرچ کرتا ہے جو اسے مال سے زیادہ پسند ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ ﴾ ''دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلائے جاتے ہو تو تم میں ایسے شخص بھی ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں۔'' اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے۔ ﴿ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ﴾ ''اور جو بخل کرتا ہے تو بلاشبہ وہ اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔'' یعنی اپنے اجر و ثواب کو کم کرتا ہے اور اس کا وبال اسی کی جان پر ہوگا۔ ﴿ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ ﴾ ''اور اللہ بے نیاز

---

[1] تفسیر عبدالرزاق: 209/3، رقم: 2891.

تفسیر سورۂ فتح

یہ سورت مدنی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ① لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ

(اے نبی!) بلاشبہ ہم نے آپ کو فتح مبین دی ① تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کی اگلی پچھلی ہر غلطی معاف کر دے،

وَ یُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَ یَہۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ② وَّ یَنۡصُرَکَ اللّٰہُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا ③

اور آپ پر اپنی نعمت پوری کرے، اور آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت دے ② اور (تاکہ) اللہ آپ کی بڑی زبردست مدد کرے ③

سورۂ فتح کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال رستے میں چلتے ہوئے اپنی سواری پر سورۂ فتح کی تلاوت فرمائی اور آپ نے اس میں ترجیع فرمائی۔ معاویہ (راوی) کہتے ہیں کہ اگر مجھے یہ بات ناپسند نہ ہوتی کہ لوگ جمع ہو جائیں گے تو میں آپ کی قراءت کی طرح قراءت کر کے سنا دیتا۔[1] امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت شعبہ بیان کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات: 1-3

سورۂ فتح کا سبب نزول: یہ سورۂ مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے ذوالقعدہ 6ھ میں اس وقت واپس تشریف لا رہے تھے جب مشرکین نے عمرہ ادا کرنے کے لیے آپ کو مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا۔ وہ آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، پھر مصالحت اور معاہدے کی طرف مائل ہو گئے کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ جائیں تو آپ نے جماعت صحابہ کی ناپسندیدگی کے باوجود اس بات کو تسلیم فرما لیا، اس معاہدے کو ناپسند کرنے والوں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ اس سورت میں اپنے مقام پر اس کی تفسیر میں بیان کریں گے۔[3] جب آپ نے اس جگہ اپنی قربانی کے جانور کو نحر کر دیا جہاں آپ محصور کر دیے گئے تھے تو آپ واپس تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو نازل فرمایا اور اس میں آپ کے اور کفار مکہ کے حالات کو بیان فرمایا اور اس صلح کو مصلحت اور انجام کے اعتبار سے فتح قرار دیا جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کئی دیگر سے مروی ہے کہ تم فتح سے مراد فتح مکہ لیتے ہو جبکہ ہم صلح حدیبیہ کو

① مسند أحمد: 54/5. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا﴾ (الفتح 48:1)، حدیث: 4835 و صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین......، باب ذکر قراءۃ النبی ﷺ سورۃ الفتح یوم فتح مکۃ، حدیث: 794.

③ دیکھیے الفتح، آیات: 25، 26 کے ذیل میں۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ آیت پڑھ کر سنائی تو صحابہ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! مبارک مبارک! اللہ تعالیٰ نے یہ تو بیان فرما دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا لیکن سوال یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ تو اس کے جواب میں آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿ لِيُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِينَ وَالۡمُؤۡمِنَٰتِ جَنَّٰتٍ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا الۡأَنۡهَٰرُ ﴾ ''(یہ) اس لیے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے۔'' یہاں سے لے کر آپ نے ﴿ فَوۡزًا عَظِيمًا ﴾ ''بہت بڑی کامیابی۔'' تک کی آیات پڑھ کر سنائیں۔[1] اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس قدر لمبی نماز ادا فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے، آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف نہیں فرما دیے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(أَفَلَا) أَكُونُ عَبۡدًا شَكُورًا؟] ''تو کیا میں (اس کا) شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں؟''[3] اسے بخاری و مسلم نے اور سوائے ابوداود کے دیگر اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِينًا ﴾ ''بے شک (اے محمد!) ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف۔'' یعنی بین اور واضح فتح اور اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ اس کے سبب بہت خیر و بھلائی حاصل ہوئی، لوگوں کو امن حاصل ہو گیا اور انھیں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے ہونے کا موقع مل گیا، مومنوں کو کافروں کے ساتھ گفتگو کا موقع مل گیا اور علم نافع اور ایمان کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾ ''تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔'' یہ رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے وہ خصوصیت ہے جس میں کوئی بھی آپ کا سہیم و شریک نہیں، آپ کے سوا اور کسی کے لیے بھی کسی صحیح حدیث سے اس کے اعمال کا یہ ثواب ثابت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہوں، یہ شرف عظیم صرف رسول اللہ ﷺ ہی کو حاصل ہے کیونکہ آپ نے تمام امور میں ایسی اطاعت اور صبر و استقامت ہی کو اختیار فرمایا کہ جس تک اولین و آخرین میں سے کسی بشر کی رسائی نہ ہو سکی، آپ کی ذات گرامی بلاشبہ تمام انسانوں سے اکمل ہے اور آپ دنیا و آخرت میں ساری انسانیت کے سردار ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اپنے

---

[1] مسند أحمد: 197/3. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4172 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: 1786. [3] مسند أحمد: 255/4 جبکہ قوسین والا لفظ بھی مسند أحمد: 115/6 عن عائشة رضی اللہ عنہا میں ہے۔ [4] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ ﴾ (الفتح 2:48)، حديث: 4836 و صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب إكثار الأعمال......، حديث: 2819 و جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الاجتهاد في الصلاة، حديث: 412 و سنن النسائي، قيام الليل، باب الاختلاف على عائشة في إحياء الليل، حديث: 1645 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ماجاء في طول القيام في الصلوات، حديث: 1419.

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ

وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں طمانیت وتسکین نازل کی، تاکہ ان کے ایمان میں اور (مزید) ایمان کا اضافہ ہو،

جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ④ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اور آسمانوں اور زمین کے (سب) لشکر اللہ ہی کے ہیں، اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ④ (یہ سب اس لیے کیا) تاکہ

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ

وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے باغات میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور

ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ⑤ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

(تاکہ) ان سے ان کی برائیاں دور کردے، اور یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی کامیابی ہے⑤ اور (تاکہ) منافق مردوں اور منافق عورتوں

وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق برے گمان کرتے ہیں، بری گردش انھی پر ہے، اور اللہ ان پر

عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ⑥ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ

ناراض ہوا، اور اس نے ان پر لعنت کی، اور اس نے ان کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے، اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے⑥ اور آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ⑦

اور زمین کے (سب) لشکر اللہ ہی کے لیے ہیں، اور اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے⑦

رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ اطاعت گزار اور اس کے اوامر و نواہی کی سب سے زیادہ تعظیم بجالانے والے تھے، جب آپ کی اونٹنی مکہ مکرمہ کی طرف آگے بڑھنے کے بجائے زمین پر بیٹھ گئی تھی تو آپ نے فرمایا: [حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ] ''اسے اس ذات پاک نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! (لَا يَسْأَلُونِّي الْيَوْمَ) (شَيْئًا) يُعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ (إِلَّا أَجَبْتُهُمْ إِلَيْهَا)] ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آج اگر وہ مجھ سے کسی بھی ایسی چیز کا سوال کریں جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی حرمت والی اشیاء کی عزت و تکریم کریں تو میں ان کی بات تسلیم کرلوں گا۔''①

جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی اختیار کرتے ہوئے صلح کی دعوت قبول فرمالی تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے یہ آیات کریمہ نازل فرمادیں: ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ ﴾ ''بے شک (اے محمد!) ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف تاکہ اللہ آپ کے اگلے

---

① صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد.....، حديث: 2732,2731 عن المسور بن مخرمة ﷺ ومروان. پہلی قوسین والے الفاظ سنن أبي داود، الجهاد، باب في صلح العدو، حديث: 2765 اور دوسری قوسین والا لفظ اس سیاق میں نہیں ملا جبکہ تیسری قوسین والا جملہ المصنف لابن أبي شيبة، غزوة الحديبية: 387/7، حديث: 36844 میں ہے۔

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شٰهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ⑧ لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَتُعَزِّرُوهُ

(اے نبی!) بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، اور بشارت دینے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے⑧ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

وَتُوَقِّرُوهُ ۭ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ⑨ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ

لاؤ، اور تم اس کی مدد کرو، اور اس کا ادب کرو، اور تم صبح اور شام اس (اللہ) کی پاکی بیان کرو⑨ بلاشبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں،

اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ أَوْفٰى

وہ تو بس اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جس نے عہد شکنی کی، تو بس وہ اپنی ہی ذات کے خلاف عہد شکنی

ع 10 بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ⑩

کرتا ہے، اور جس نے (وہ) عہد پورا کیا جو اس نے اللہ سے باندھا تھا، تو عنقریب وہ اسے بہت بڑا اجر دے گا⑩

کرے۔'' قبل ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مبارک ہو! یہ نوید مسرت آپ کے لیے ہے اور ہمیں کیا ملے گا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا﴾ یعنی اس میں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔[1] ﴿وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''اور ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دے۔'' یعنی ان کی غلطیوں اور گناہوں کی انھیں سزا نہ دے بلکہ عفو و درگزر سے کام لے کر انھیں بخش دے، پردہ پوشی فرمائے، رحم فرمائے اور ان کی نیکیوں کا اچھا صلہ عطا فرمائے، ﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيمًا ⑤﴾ ''اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (ال عمرٰن 3:185) ''تو جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِينَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّينَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ﴾ ''اور اس لیے کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے حق میں برے برے خیال رکھتے ہیں، عذاب دے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر الزام لگاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ قتل ہو کر بالکل ختم ہو جائیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ﴾ ''انھی پر برے حادثے واقع ہوں اور اللہ ان پر غصے ہوا اور ان پر لعنت کی۔'' یعنی انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ ﴿وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ⑥﴾ ''اور ان کے لیے دوزخ تیار کیا اور وہ بری جگہ ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کا اظہار کرتے ہوئے کہ وہ اپنے دشمنوں، اسلام کے دشمنوں، کافروں اور منافقوں سے انتقام لے سکتا ہے، فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ⑦﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں

[1] دیکھیے الفتح، آیت: 2 کے ذیل میں اور صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث: 4172 و صحیح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حدیث: 1786.

کے رسول کے کام سے گیا ہے۔" تو آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا اور اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی بیعت لے لی تو اس طرح حضرت عثمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک ان لوگوں کے لیے ان کے اپنے ہاتھوں سے بہت بہتر تھا۔ ①

امام بخاری نے نافع سے روایت کیا ہے کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے لیکن یہ بات درست نہیں ہے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کو ایک انصاری کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے آپ کے گھوڑے کو لے آئے وہ اس گھوڑے کو لڑائی کے لیے استعمال کریں اور رسول اللہ ﷺ اس وقت درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم نہ تھی لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی اور گھوڑا لینے کے لیے روانہ ہو گئے، پھر اسے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت جنگی لباس زیب تن کر رہے تھے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل پڑے اور انھوں نے بھی جا کر رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر لی، اسی بات کو لوگ اس طرح بیان کرنے لگے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ ② پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ لوگ درختوں کے سائے میں مختلف مقامات پر بیٹھ گئے تھے، پھر لوگ نبی اکرم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عبداللہ! دیکھ کیا بات ہے؟ لوگ رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی بیعت کر رہے ہیں تو انھوں نے بیعت کر لی، پھر جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو انھوں نے بھی آ کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ ③

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو تھی اور ہم نے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت آپ کے دست مبارک کو تھامے ہوئے تھے، یہ بیعت درخت کے نیچے ہو رہی تھی اور یہ درخت ببول کا تھا، ان کا بیان ہے کہ ہم نے یہ بیعت موت پر نہیں کی تھی بلکہ اس بات پر کی تھی کہ ہم میدان جنگ سے فرار نہیں ہوں گے۔ ④

امام مسلم نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے درخت والے دن اپنے آپ کو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ جب لوگوں سے بیعت لے رہے تھے تو میں درخت کی ایک ٹہنی کو آپ کے سر سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا، اس دن ہماری تعداد

---

① سنن أبي داود، الجهاد، باب فيمن جاء بعد الغنيمة......، حديث :2726 اس حوالے میں یوم بدر کے لفظ ہیں لیکن شارحین نے اسے راوی کا وہم قرار دیا ہے، دیکھیے اس حدیث کے تحت عون المعبود: 283/7 وجامع الترمذي، المناقب، باب في عد عثمان تسميته......، حديث:3702 و اللفظ له جبکہ ہمیں حافظ ابوبکر بیہقی کی کتابوں السنن الكبرى اور دلائل النبوة میں یہ حدیث نہیں ملی۔ ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث :4186. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث :4187. ④ صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث :1856.

کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے، پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔'' اسی طرح دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ (الفتح 18:48) ''(اے پیغمبر!) جب مومن درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے کوئی شک نہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا، چنانچہ جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا، وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انھیں بدلے میں فتح عنایت کی۔''

تفسیر آیات: 11-14

حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کا جھوٹا عذر اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان پیچھے رہ جانے والے اعراب کے بارے میں بتایا ہے جنھوں نے اپنے اہل وعیال کے پاس رہنے کو پسند کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے کو ترک کر دیا تھا کہ وہ اپنے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے عذر پیش کریں گے اور آپ سے درخواست کریں گے کہ آپ ان کی بخشش کے لیے دعا مانگیں اور ان کا یہ طرز عمل بھی اعتقاد کی بنا پر نہیں بلکہ محض تقیہ اور تکلف کے طور پر تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ ﴾ ''یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، کہہ دیں کہ اگر اللہ تم (لوگوں) کو نقصان پہنچانا چاہے یا تمھیں فائدہ پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے، جو اس کے سامنے تمھارے لیے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے؟ (کوئی نہیں۔)'' یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں جو ارادہ فرمائیں اسے ٹال دینے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور وہ تمھارے ظاہر وباطن کو خوب جانتا ہے اور وہ تمھارے تقیہ اور نفاق سے خوب واقف ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ ﴾ ''بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب واقف ہے۔''

پھر فرمایا: ﴿ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا ﴾ ''بلکہ تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل وعیال کی طرف کبھی بھی لوٹ کر آئیں گے ہی نہیں۔'' یعنی تمھارا پیچھے رہ جانا عذر اور معصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ نفاق کی وجہ سے تھا اور تم یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان شہید کر دیے جائیں گے، ان کی جڑ کٹ جائے گی، وہ تباہ وبرباد ہو جائیں گے اور ان کے بارے میں کوئی خبر دینے والا بھی واپس نہیں آئے گا۔ ﴿ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ۝ ﴾ ''تم نے برے برے خیال کیے اور (آخر کار) تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔'' اور ﴿ بُوْرًا ۝ ﴾ کے معنی ہیں ہلاک ہونے والے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے۔[1] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں فاسد لوگ۔[2] کہا گیا ہے کہ یہ لفظ لغت عمان کا ہے، پھر فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ''اور جو شخص اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان نہ لائے۔'' یعنی ظاہر وباطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ

---

① تفسیر الطبری: 103,102/26، وتفسیر القرطبی: 269/16. ② تفسیر الطبری: 103/26.

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ

البتہ تحقیق اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، چنانچہ ان کے دلوں میں جو (خلوص) تھا، وہ اس نے جان

قُلُوۡبِهِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّكِیۡنَةَ عَلَیۡهِمۡ وَاَثَابَهُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا ⑱ وَّمَغَانِمَ كَثِیۡرَةً یَّاۡخُذُوۡنَهَا ط

لیا، تو اس نے ان پر طمانیت و تسکین نازل کی اور بدلے میں انھیں قریب کی فتح دی ⑱ اور بہت سی غنیمتیں بھی (عطا کیں) جو وہ حاصل کریں گے۔ اور

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیۡزًا حَكِیۡمًا ⑲

اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ⑲

ہوتی رہے گی یا پھر بغیر قتال کے اپنی مرضی سے وہ تمھارے دین میں داخل ہو جائیں گے۔

پھر فرمایا: ﴿ فَاِنۡ تُطِیۡعُوۡا ﴾ ”پھر اگر تم حکم مانو گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے جہاد کے لیے نکل آؤ گے اور اس کا پورا پورا حق ادا کرو گے ﴿ یُؤۡتِكُمُ اللّٰهُ اَجۡرًا حَسَنًا ۚ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا كَمَا تَوَلَّیۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ﴾ ”تو اللہ تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلے پھیرا تھا۔“ حدیبیہ کے زمانے میں کہ جب تم کو جہاد کے لیے کہا گیا مگر تم نے شرکت نہ کی اور پیچھے بیٹھے رہ گئے ﴿ یُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ⑯ ﴾ ”(تو) وہ تمھیں عذاب دے گا بہت دردناک عذاب۔“

ترکِ جہاد کے لیے شرعی عذر: پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ترکِ جہاد کے شرعی عذر ذکر فرمائے ہیں کہ ان میں سے کچھ تو مستقل نوعیت کے ہیں، مثلاً: اندھاپن اور مستقل لنگڑاپن اور کچھ عارضی نوعیت کے، مثلاً: چند دن کے لیے آنے والی بیماری جو بعد میں ختم ہو جائے تو ایسی بیماری میں مبتلا انسان حالتِ مرض میں معذور لوگوں میں شمار ہو گا حتی کہ وہ صحت یاب ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ یُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۚ وَمَنۡ یَّتَوَلَّ ﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرماں برداری کرے گا، اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا اور جو روگردانی کرے گا۔“ یعنی جہاد سے منہ موڑ کر اپنے دنیوی مشاغل ہی میں کھویا رہے گا ﴿ یُعَذِّبۡهُ عَذَابًا اَلِیۡمًا ⑰ ﴾ ”اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔“ یعنی دنیا میں ذلت و رسوائی میں مبتلا کرے گا اور آخرت میں آتشِ جہنم میں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعۡلَمُ.

تفسیر آیات: 19,18

اہل بیعت رضوان کے لیے خوشنودی اور غنیمتوں کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ان مومن بندوں سے خوش ہو گیا ہے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی اور یہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ ان سعادت مند لوگوں کی تعداد چودہ سو تھی اور سرزمین حدیبیہ میں یہ ببول کا درخت تھا جس کے نیچے بیعت کی گئی تھی۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے طارق سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا تو کچھ لوگوں کے پاس سے میرا گزر ہوا جو نماز پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا کہ یہ کون سی مسجد ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے

[1] دیکھیے الفتح، آیت: 10 کے ذیل میں۔

نے حاصل کیں اور اللہ بڑا غالب، حکمت والا ہے۔''

تفسیر آیات: 20-24

بہت سی غنیمتوں کا وعدہ: امام مجاہد ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا ﴾ ''اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ تم ان کو حاصل کرو گے۔'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آج تک حاصل ہونے والی تمام غنیمتیں ہیں۔[1] ﴿ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ﴾ ''تو اس نے جلد ہی تمھیں یہ (غنیمت) عطا فرمادی۔'' یعنی جلد فتح خیبر سے نواز دیا۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے،[2] ﴿ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ﴾ ''اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے۔'' یعنی دشمن تمھارے لیے جنگ و جدال کے جو منصوبے بنا رہے تھے تمھیں ان سے کوئی نقصان نہ پہنچا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ہاتھوں کو بھی تمھارے اہل و عیال سے روکے رکھا جنھیں تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے تھے، ﴿ وَلِتَكُونَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴾ ''تاکہ یہ مومنوں کے لیے (اللہ کی) نشانی ہو۔'' تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں کہ بے شک ان کی تعداد کی قلت کے باوجود ان کے تمام دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ہی ان کا حامی و ناصر ہے اور اس سے مسلمان یہ بھی جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے انجام کو جانتا ہے اور سراسر خیر و بھلائی اسی کام میں ہے جسے وہ اپنے مومن بندوں کے لیے پسند فرمائے، گو وہ بظاہر انھیں ناپسند ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ (البقرۃ 2:216) ''ممکن ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے، حالانکہ وہ تمھارے حق میں بھلی ہو۔'' ﴿ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴾ ''اور وہ تم کو سیدھے رستے پر چلائے۔'' اس کے حکم کی اطاعت، اس کی اطاعت کی اتباع اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کی وجہ سے۔

قیامت تک کی تمام فتوحات کی بشارت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴾ ''اور دوسری (غنیمتیں دیں) جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے اور وہ اللہ ہی کی قدرت میں تھیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی دیگر غنیمتیں اور فتوحات، جن کی تمھیں قدرت نہیں تھی اللہ تعالیٰ کو ان کی قدرت تھی وہ اس نے تمھارے لیے آسان کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے پرہیزگار بندوں کو ایسی ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس غنیمت سے کیا مراد ہے، عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے خیبر مراد ہے،[3] اور یہ اس لیے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ﴾ ''تو اس نے جلد ہی تمھیں یہ (غنیمت) عطا فرمادی۔'' سے صلح حدیبیہ مراد لیتے ہیں،[4] ضحاک، ابن اسحاق اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔[5] قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے فتح مکہ مراد ہے۔[6] ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[7] ابن ابو لیلیٰ اور حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے فتح ایران و روم مراد ہے۔[8] اور امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت تک

① تفسیر الطبری: 115/26. ② تفسیر الطبری: 116/26. ③ تفسیر الطبری: 118/26. ④ تفسیر الطبری: 116/26. ⑤ تفسیر الطبری: 118,119/26. ⑥ تفسیر الطبری: 119/26. ⑦ تفسیر الطبری: 119/26.
⑧ تفسیر الطبری: 118/26.

نے قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنا دیا، انھیں اِشعار کیا① اور آپ نے وہاں سے عمرے کا احرام باندھ لیا، آپ نے اپنے ایک جاسوس کو جس کا تعلق خزاعہ سے تھا، بھیجا اور وہ روانہ ہو گیا جب آپ غدیر اشطاط پر پہنچے تو وہ واپس آ گیا اور اس نے بتایا کہ قریش نے آپ سے مقابلے کے لیے بہت سی جماعتوں کو جمع کیا حتی کہ انھوں نے اپنے ساتھ احابیش② کو بھی جمع کر لیا ہے، وہ آپ سے لڑائی کریں گے، آپ کا رستہ روکیں گے اور آپ کو بیت اللہ تک نہیں پہنچنے دیں گے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَشِيرُوا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيَّ، أَتَرَوْنَ أَنْ أَمِيلَ إِلَى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَصُدُّونَا عَنِ الْبَيْتِ؟] ”لوگو! مجھے مشورہ دو، کیا تمھاری یہ رائے ہے کہ میں ان لوگوں کے اہل و عیال پر حملہ کر دوں جو ہمیں بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں۔“③

اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [أَتَرَوْنَ أَنْ نَمِيلَ إِلَى ذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَعَانُوهُمْ؟] ”کیا تمھاری یہ رائے ہے کہ ہم ان لوگوں کے بچوں پر حملہ کر دیں جنھوں نے ان کی مدد کی ہے؟“ [فَإِنْ يَأْتُونَا كَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ قَطَعَ (عُنُقًا) مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِلَّا تَرَكْنَا هُمْ مَّحْرُوبِينَ] ”اگر یہ ہمارے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ مشرکین کی ایک جماعت کو تباہ و برباد کر دے گا ورنہ ہم انھیں اہل و عیال اور مال سے محروم کر کے چھوڑیں گے۔“④ اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ [فَإِنْ قَعَدُوا، قَعَدُوا مَوْتُورِينَ (مَجْهُودِينَ) مَحْزُونِين، وَإِنْ نَجَوْا يَكُونُوا عُنُقًا قَطَعَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، أَمْ تَرَوْنَ أَنْ نَؤُمَّ الْبَيْتَ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ؟] ”اگر یہ بیٹھے رہے تو یہ تباہ و برباد، شکست خوردہ اور غمزدہ ہو کر رہ جائیں گے اور اگر نجات پا گئے تو اللہ تعالیٰ مشرکین کی اس جماعت کو تباہ و بر کر دے گا یا تمھاری یہ رائے ہے کہ ہم بیت اللہ کا قصد کریں اور جو ہمیں اس سے روکے ہم اس سے لڑائی کریں؟“⑤ حـ ت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کے رسول! آپ تو بیت اللہ کے ارادے سے تشریف لائے ہیں، آپ کا ارادہ کسی کو قتل کرنے یا کسی سے لڑنے کا نہیں تھا، آپ بیت اللہ ہی کا قصد فرمائیں جو ہمیں اس سے روکے گا ہم اس سے لڑائی کریں گے۔⑥

اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، بلاشبہ ہم عمرہ کرنے کے

---

① اِشعار کے معنی یہ ہیں کہ جو اونٹ حج پر قربان کرنا ہے اس کے کوہان کی دائیں جانب زخم دے کر کچھ خون نکالا جائے اور اسے مل دیا جائے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ ② تحبُّش کے معنی جمع ہونے کے ہوتے ہیں، احابیش سے مراد جزیرے کے کچھ قبائل تھے جو قریش سے جنگ کے لیے بنولیث کے ساتھ مل گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حُبْشِیْ نامی ایک پہاڑ کے قریب قریش کے حلیف بنے تھے اور اس پہاڑ کی طرف نسبت کی وجہ سے وہ اس نام سے موسوم کیے گئے۔ النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير: 330/1 مادة: حبش. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4179,4178. ④ پہلا حصہ صحيح ابن حبان، السير، ذكر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة......: 216/11-227، حديث: 4872، دوسرا حصہ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4179,4178 اور قوسین والا لفظ السنن الكبرى للنسائي، السير، باب مشاورة الإمام الناس......: 170/5، 171، حديث: 8582,8581 میں ہے۔ ⑤ صحيح ابن حبان، السير، ذكر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة......: 216/11-227، حديث: 4872 البتہ قوسین والا لفظ اس سیاق میں ہمیں نہیں ملا۔ ⑥ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4179,4178.

لیے آئے ہیں، کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے لیکن اگر کوئی ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوا تو ہم اس سے لڑائی کریں گے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [فَرُوحُوا إِذًا] ''تو پھر چلو۔''① اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [اِمْضُوا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى] ''پس اللہ تعالیٰ کے نام سے چل پڑو۔''② ابھی راستے ہی میں تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ بِالْغَمِيمِ فِي خَيْلٍ لِّقُرَيْشٍ طَلِيعَةً، فَخُذُوا ذَاتَ الْيَمِينِ] ''خالد بن ولید قریش کے گھڑ سوار دستے کے ہمراہ (قریش کے) جاسوس کے طور پر آ رہا ہے جو غمیم (جحفہ اور رابغ کے درمیان کی جگہ) میں پہنچ چکا ہے، لہٰذا تم دائیں طرف کے راستے کی طرف ہو جاؤ۔'' اللہ کی قسم! خالد کو ان کے بارے میں معلوم ہی نہ ہو سکا حتی کہ اچانک جب اس نے لشکر کا گردوغبار دیکھا تو خالد نے قریش کو اس خطرے سے ڈرانے کے لیے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، نبی اکرم ﷺ آگے ہی کی طرف رواں دواں رہے، حتی کہ آپ جب اس وادی میں پہنچے جس سے ان کے پاس آیا جاتا تھا تو آپ کی سواری بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا: ہش ہش مگر اس نے بیٹھے رہنے پر اصرار کیا، لوگوں نے کہا کہ قصوا نافرمان ہو گئی ہے، قصوا نافرمان ہو گئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ، وَّلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ] ''قصوا نہ نافرمان ہوئی ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اسے اس ذات گرامی نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے (ابرہہ کے) ہاتھی کو روک دیا تھا۔''

پھر نبی ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يَسْأَلُونِي خُطَّةً يُّعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا] ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ مجھ سے جو بھی مانگیں گے جس سے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ادب کی چیزوں کی اس (حرم) میں تعظیم کریں گے تو میں ضرور انھیں وہ عطا کر دوں گا۔'' پھر آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی، آپ یہاں سے ہٹ کر حدیبیہ کے آخری کنارے پر فروکش ہو گئے جہاں تھوڑا سا پانی تھا اور لوگ اسے وہاں سے تھوڑا تھوڑا لے کر حاصل کر رہے تھے حتی کہ لوگوں نے تھوڑی ہی دیر میں سارا پانی نکال لیا، پانی ختم ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پیاس کی شکایت کی گئی، آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسے پانی کی جگہ ڈال دیں، واللہ! یہ پانی ان کے لیے جوش مارتا رہا یہاں تک کہ لوگ خوب سیراب ہو کر واپس آئے۔

اسی اثنا میں بُدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ خزاعہ کی ایک جماعت کے ساتھ آیا اور یہ لوگ اہل تہامہ میں سے رسول اللہ ﷺ کے خاص ہمدرد و خیر خواہ تھے۔ بُدیل نے کہا کہ میں نے کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو چھوڑا ہے کہ انھوں نے حدیبیہ کے پانیوں پر ڈیرے ڈال لیے ہیں، ان کے ساتھ نئے نئے بچوں سمیت دودھ دینے والی اونٹنیاں (یا عورتیں اپنے بچوں سمیت) ہیں اور وہ آپ سے لڑائی کریں گے اور بیت اللہ جانے سے روکیں گے، نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ وَّلٰكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِينَ، وَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهِكَتْهُمُ الْحَرْبُ وَأَضَرَّتْ بِهِمْ، فَإِنْ شَاءُوا مَادَدْتُهُمْ مُدَّةً وَّيُخَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ النَّاسِ، فَإِنْ أَظْهَرْ، فَإِنْ شَاءُوا أَنْ يَّدْخُلُوا فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ فَعَلُوا، وَإِلَّا فَقَدْ جَمُّوا، وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَالَّذِي

① مسند أحمد: 328/4 و صحيح ابن حبان، السير، ذكر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة.....: 216/11-227، حديث: 4872. ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4178، 4179.

نَفْسِي بِيَدِهٖ! لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلٰى أَمْرِي هٰذَا حَتّٰى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِي وَلَيُنْفِذَنَّ اللّٰهُ أَمْرَهٗ" ''ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے، ہم تو عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں، جنگ نے قریش کو کھوکھلا کر رکھا اور اسے بہت نقصان پہنچایا ہے، لہٰذا اگر وہ چاہیں تو ایک مدت تک ہم انھیں مہلت دے سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ میرے اور لوگوں کے درمیان حائل نہ ہوں، پھر اگر میں غالب آجاؤں تو اگر وہ چاہیں تو اسی گروہ میں شامل ہو جائیں جس میں اور لوگ شامل ہوئے ہیں ورنہ انھیں کچھ مدت تک آرام کا موقع تو مل ہی جائے گا لیکن اگر جنگ کے سوا انھیں کوئی اور صورت قبول ہی نہیں تو اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اپنے اس دین کے معاملے میں ان سے جنگ کروں گا، یہاں تک کہ میرا سرتن سے جدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کو غالب فرمادے۔'' بدیل نے کہا کہ میں آپ کی بات قریش تک پہنچادوں گا۔

بدیل قریش کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ ہم اس شخص کے پاس سے آئے ہیں اور ہم نے اس کی بات کو سنا ہے اگر تم چاہو تو ہم ان کی بات تمھیں بھی بتا دیتے ہیں، ان کے بے وقوف لوگوں نے کہا کہ ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ آپ ہمیں ان کی بات بتائیں، البتہ ان میں سے اصحاب رائے نے کہا کہ تم نے جو سنا ہے اسے بیان کرو، اس نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے جو سنا تھا سب بیان کر دیا۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود کھڑے ہو کر کہنے لگے: قوم کے لوگو! کیا تم والد کی طرح نہیں ہو؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: کیا میں تمھارا بیٹا نہیں ہوں! لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: کیا تم مجھ پر کوئی الزام لگاتے ہو! انھوں نے جواب دیا: نہیں، اس نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے اہل عکاظ سے نکلنے کے لیے کہا تھا اور جب انھوں نے انکار کیا تو میں اپنے اہل و عیال اور اطاعت گزاروں کو لے کر تمھارے پاس آ گیا تھا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا کہ اس شخص نے بہت اچھی تجویز پیش کی ہے، لہٰذا تم اسے قبول کرلو اور مجھے ان سے مل لینے دو، پس وہ آیا اور اس نے نبی اکرم ﷺ سے گفتگو شروع کر دی۔

نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی اسی طرح کی گفتگو فرمائی جس طرح آپ نے بُدیل بن ورقاء سے گفتگو فرمائی تھی، عروہ نے دوران گفتگو کہا کہ محمد (ﷺ!) دیکھو اگر تم اپنی قوم کو تباہ کر دو تو کیا تم نے سنا ہے کہ کبھی کسی عرب نے اپنی قوم کو تباہ کیا ہو؟ اور اگر کوئی دوسری صورت حال ہے تو واللہ! میں کچھ چہروں کو دیکھ رہا ہوں، میں ان مختلف قسم کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو خود بھاگ جائیں گے اور آپ کو اکیلا چھوڑ دیں گے۔ (ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اسے جواب دیا: جا! لات کا ٹنا چوس، کیا ہم بھاگ جائیں گے اور انھیں چھوڑ دیں گے؟ اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ابوبکر ہیں، کہنے لگا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمھارا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا میں نے ابھی تک بدلہ نہیں چکایا تو میں تمھاری اس بات کا ضرور جواب دیتا، عروہ نے نبی ﷺ سے گفتگو شروع کی اور وہ جب بات کرتا تو نبی ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کو پکڑ لیتا تھا، اس وقت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے سر کے پاس کھڑے تھے، ان کے ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھا، عروہ جب بھی اپنا ہاتھ نبی اکرم ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کی طرف بڑھاتا تو وہ تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ اپنے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ

عکرمہ سے بیان کیا ہے کہ جب سُہیل بن عمرو آیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [قَدۡ سَهُلَ لَكُمۡ مِّنۡ أَمۡرِكُمۡ] ''یقیناً تمھارے لیے تمھارا معاملہ آسان ہوگیا ہے۔''

امام زہری نے اپنی حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ سہیل بن عمرو آیا تو اس نے کہا کہ آیئے ہم آپس میں ایک تحریر لکھ لیں، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا لکھو: [بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ] سہیل نے کہا کہ واللہ! میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کیا ہے، لہٰذا یہ لکھو: بِاسۡمِكَ اللّٰهُمَّ! مسلمانوں نے کہا: نہیں واللہ! ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم [بِاسۡمِكَ اللّٰهُمَّ!] ''اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ'' ہی لکھ دو، پھر آپ نے فرمایا: یہ لکھو: [هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيۡهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ] ''یہ وہ ہے جس کا محمد رسول اللہ نے معاہدہ کیا۔'' یہ سن کر سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑائی کرتے، لہٰذا محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبداللہ کے الفاظ لکھو، نبی ﷺ نے فرمایا: [وَاللّٰهِ! إِنِّي لَرَسُوۡلُ اللّٰهِ وَإِنۡ كَذَّبۡتُمُوۡنِي، اُكۡتُبۡ: مُحَمَّدُ بۡنُ عَبۡدِ اللّٰهِ] ''اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، خواہ تم لوگ میری تکذیب کرو (اور حضرت علی سے فرمایا:) تم محمد بن عبداللہ کے الفاظ لکھ دو۔''

امام زہری کہتے ہیں کہ یہ اس لیے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا: [لَا يَسۡأَلُوۡنَنِي خُطَّةً يُّعَظِّمُوۡنَ فِيۡهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعۡطَيۡتُهُمۡ إِيَّاهَا] ''یہ مجھ سے جو بھی ایسی بات کا مطالبہ کریں گے جس سے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ادب کی چیزوں کی اس حرم میں تعظیم کریں تو میں انھیں عطا کر دوں گا۔'' نبی ﷺ نے لکھوایا: [عَلٰى أَنۡ تُخَلُّوا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَ الۡبَيۡتِ فَنَطُوۡفَ بِهٖ] ''اس (شرط) پر کہ تم لوگ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان رستہ چھوڑ دو تاکہ ہم اس کا طواف کریں۔'' سہیل نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ عرب یہ باتیں نہ کریں کہ ہم مغلوب ہوگئے تھے، البتہ آئندہ سال آپ طواف کر سکتے ہیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بھی لکھ دیا، پھر سہیل نے کہا کہ یہ بھی لازم ہوگا کہ اگر ہمارے یہاں سے کوئی شخص آپ کے پاس چلا جائے، خواہ وہ آپ ہی کے مذہب پر ہو تو آپ اسے ہماری طرف لوٹا دیں گے۔'' مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! اگر کوئی مسلمان ہوکر ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اس کو مشرکوں کے حوالے کیسے کر سکتے ہیں؟

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک ابوجندل بن سہیل بن عمرو بیڑیوں میں گرتے پڑتے پہنچے وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے آئے تھے اور اس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے آگے آکر گرا دیا تھا، سہیل نے کہا: اے محمد (ﷺ!) یہ پہلا شخص ہے جس کی واپسی کا میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّا لَمۡ نَقۡضِ الۡكِتَابَ بَعۡدُ] ''ابھی تو ہم نے تحریر مکمل ہی نہیں کی۔'' اس نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو پھر میں کسی بات پر آپ سے صلح کرنے پر تیار نہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: [فَأَجِزۡهُ لِي] ''تو یہ مجھے دے دو۔'' اس نے کہا کہ نہیں میں اسے دینے والا نہیں ہوں، آپ نے فرمایا: [بَلٰى ! فَافۡعَلۡ] ''کیوں نہیں! ایسا کرو۔'' اس نے کہا کہ نہیں، میں یہ نہیں کر سکتا، البتہ مکرز نے کہا کہ کیوں نہیں! ہم یہ آپ کو دیتے ہیں (یا کیوں نہیں! ہم آپ کو اس کی حفاظت کا

وعدہ دیتے ہیں۔) ابو جندل نے کہا: مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آ گیا ہوں اور مجھے پھر مشرکوں کے پاس واپس بھیجا جا رہا ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ انھیں اللہ تعالیٰ کے رستے میں بہت سخت تکلیفیں دی گئی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: کیا آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے عرض کی: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے عرض کی: پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں گوارا کریں؟ آپ نے فرمایا: [إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ وَلَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي] ''بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کروں گا اور وہ میرا مددگار ہے۔'' میں نے عرض کی: آپ بیان فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [بَلٰى! فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيهِ الْعَامَ؟] ''کیوں نہیں! لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال جائیں گے؟'' میں نے عرض کی: نہیں، آپ نے فرمایا: [فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ] ''تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں ابوبکر کے پاس گیا اور ان سے کہا: کیا یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں گوارا کریں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے شخص! یہ اللہ کے رسول ہیں، آپ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے، وہ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا، لہٰذا آپ کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ، اللہ کی قسم! آپ حق پر ہیں، میں نے کہا: کیا آپ ہم سے یہ بیان نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، لیکن کیا آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آپ اسی سال جائیں گے؟ میں نے کہا: نہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ضرور بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی اس گفتگو کی وجہ سے بہت سے نیک اعمال کیے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تحریر سے فارغ ہوئے تو آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: [قُومُوا فَانْحَرُوا، ثُمَّ احْلِقُوا] ''کھڑے ہو جاؤ، قربانی کرو اور سر کے بال منڈوا دو۔'' لیکن اللہ کی قسم! ایک شخص بھی کھڑا نہ ہوا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے پاس لوگوں کے اس طرز عمل کا ذکر کیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ اسے پسند فرماتے ہیں؟ آپ باہر تشریف لے جائیں، کسی سے کوئی بات نہ کریں، اپنے اونٹ کو قربان کر دیں، پھر حجام کو بلا کر سر منڈا دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا۔ آپ باہر تشریف لے گئے، کسی سے کوئی بات نہیں کی، اپنے اونٹ کو نحر کر دیا اور حجام کو بلا کر بال منڈا دیے۔ جب صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو وہ بھی کھڑے ہو گئے، انھوں نے اپنے اونٹ قربان کر دیے اور ایک دوسرے کے سر کے بال مونڈ دیے مگر شدت غم کی وجہ سے قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل

کر دیں گے۔

پھر آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ ﴾ سے لے کر ﴿ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ (الممتحنة 10:60) تک آیت کریمہ نازل فرمادی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دن اپنی دو مشرکہ بیویوں کو طلاق دے دی اور ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابوسفیان اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کر لی۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے تو آپ کے پاس ابو بصیر رضی اللہ عنہ نامی ایک قریشی آئے جو مسلمان تھے، قریش نے اسے طلب کرنے کے لیے اپنے دو آدمیوں کو بھیجا اور انھوں نے کہا کہ آپ اس عہد کو وفا کریں جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے، آپ نے ابو بصیر کو ان دونوں کے سپرد کر دیا، وہ اسے لے کر روانہ ہو گئے اور جب وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو انھوں نے وہاں بیٹھ کر کھجوریں کھانا شروع کر دیں، ابو بصیر نے ان میں سے ایک سے کہا: اے شخص! تمھاری یہ تلوار بہت اچھی ہے، اس نے اسے سونت لیا اور کہا: ہاں! اللہ کی قسم! یہ بہت اچھی ہے میں نے اس کا بار بار تجربہ کیا ہے، ابو بصیر نے کہا کہ ذرا مجھے بھی تو یہ تلوار دکھائیں، اس نے تلوار دے دی تو ابو بصیر نے اسے ایسی ضرب کاری لگائی کہ اس کا کام تمام کر دیا اور دوسرا بھاگ کر مدینہ چلا گیا حتی کہ دوڑتے ہوئے مسجد میں داخل ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا: [لَقَدْ رَأَى هٰذَا ذُعْرًا] ''اس نے کوئی خوفناک منظر دیکھا ہے۔'' اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اللہ کی قسم! میرے ساتھی کو تو قتل کر دیا گیا ہے اور مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا، تھوڑی دیر بعد ابو بصیر بھی آ گئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کا عہد پورا فرما دیا، آپ نے مجھے ان کی طرف لوٹا دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات عطا فرمادی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَيْلُ أُمِّهِ! مِسْعَرَ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ] ''اس پر تعجب! (یہ تو) جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے، کاش! اس کے ساتھ کوئی ہو (جو اس کی نصرت وحمایت کرے۔)''

ابو بصیر نے آپ کا جب یہ فرمان سنا تو اسے معلوم ہو گیا کہ آپ دوبارہ پھر اسے ان کی طرف واپس لوٹا دیں گے تو وہ مدینہ سے روانہ ہو کر ساحل سمندر پر چلے گئے، ابو جندل بن سہیل بھی مکہ سے بھاگ کر آ گئے اور ابو بصیر کے ساتھ مل گئے اور پھر قریش میں سے جو بھی مسلمان ہوتا وہ ابو بصیر کے پاس آ جاتا حتی کہ اس طرح ایک جماعت بن گئی اور جب بھی انھیں شام کی طرف جانے والے قریش کے کسی قافلے کا علم ہوتا تو یہ اس کا رستہ روک لیتے، قافلے والوں کو قتل کر کے ان کے مال لے لیتے، اس سے قریش اس قدر تنگ آ گئے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد بھیج کر اللہ تعالیٰ اور قرابت داری کا واسطہ دے کر پیغام بھیجا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس بلالیں اور ان میں سے جو بھی آپ کے پاس آ گیا وہ امن میں ہوگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیج کر انھیں اپنے پاس بلا لیا تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ﴾ سے ﴿ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ ﴾ تک وحی نازل فرمائی۔ قریش کی ضد یہ تھی کہ انھوں نے اس بات کا اقرار نہ کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں انھوں نے تحریر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کی اجازت نہ دی،

پھر وہ مسلمانوں کے رستے میں حائل ہو گئے اور انھوں نے بیت اللہ جانے اور طواف کرنے کی اجازت نہ دی۔ [1] اس طرح بخاری نے اسے ذکر کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے الجامع الصحیح کی کتاب التفسیر، [2] عمرۃ الحدیبیہ، [3] حج [4] اور کئی دیگر مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ [5] وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ.

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں حبیب بن ابو ثابت سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو وائل سے جا کر (خوارج کے بارے میں) پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم صفّین (جہاں علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی ہوئی) میں تھے کہ ایک شخص نے کہا: تمھارا ان کے بارے میں کیا خیال ہے جو (صلح کے لیے) کتاب اللہ کی طرف بلائے جائیں (پھر آپ کیا کریں گے؟) علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں ٹھیک ہے (میں اس پر عمل کے لیے تیار ہوں لیکن خوارج نے، جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اس کے خلاف آواز اٹھائی) تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم اپنے آپ کو متہم سمجھو، ہم نے تو حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین میں صلح ہوتے ہوئے بھی دیکھی ہے، اگر ہم چاہتے تو لڑائی بھی کر سکتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں دکھائیں کہ واپس چلے جائیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان ابھی تک فیصلہ ہی نہیں فرمایا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: [يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللّٰهُ أَبَدًا] ''ابن خطاب! بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ افسردگی کے عالم میں واپس آ گئے، ان سے صبر نہ ہو سکا حتی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بھی کہنے لگے: ابوبکر! کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ابن خطاب! بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح نازل فرما دی۔ [6] امام بخاری نے اس حدیث کو الجامع الصحیح کے کئی دیگر مقامات پر بھی روایت کیا ہے، نیز اسے امام مسلم اور امام نسائی رحمہما اللہ نے کئی دیگر سندوں کے ساتھ ابو وائل سفیان بن سلمہ کے واسطے سے سہل بن حنیف سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ [7] بعض روایات

---

[1] صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجهاد.....، حدیث: 2732,2731. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ (الفتح 48:18)، حدیث: 4844. [3] صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحدیبیة، حدیث: 4181,4180. [4] صحیح البخاری، الحج، باب من أشعر وقلد بذی الحلیفة.....، حدیث: 1695,1694. [5] صحیح البخاری، الجزیة والموادعة، باب: 18، حدیث: 3182. [6] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ (الفتح 48:18)، حدیث: 4844. [7] صحیح البخاری، الجزیة والموادعة، باب: 18، حدیث: 3182 والمغازی، باب غزوة الحدیبیة، حدیث: 4189 والاعتصام بالکتاب والسنة، حدیث: 7308 و صحیح مسلم، الجهاد والسیر، باب صلح الحدیبیة، حدیث: 1785 و السنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب ﴿ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (الفتح 48:4)، 463/6، حدیث: 11504.

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ

البتہ تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم اپنے سر منڈاتے اور بال کترواتے ہوئے امن کی حالت میں

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ

مسجد حرام میں ضرور داخل ہوگے، تم (کسی سے) نہ ڈرتے ہوگے، چنانچہ اللہ وہ بات جانتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے، لہٰذا اس نے اس سے

ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿27﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى

پہلے ایک فتح جلد ہی عطا کر دی ﴿27﴾ اور وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے سب

الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿28﴾

ادیان پر غالب کر دے، اور اللہ بطور گواہ کافی ہے ﴿28﴾

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن ستر اونٹ نحر فرمائے جن میں ابو جہل کا اونٹ بھی تھا، جب اسے بھی بیت اللہ کی طرف جانے سے روک دیا گیا تو اس نے اس طرح اشتیاق کا اظہار کیا جس طرح وہ اپنے بچوں سے ملاقات کے لیے مشتاق ہوتا ہے۔ ①

تفسیر آیات:28,27

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی صداقت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں تشریف لے گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کیا ہے، آپ نے مدینہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے اس خواب کے بارے میں بتایا اور جب صحابہ حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے تو کسی کو بھی اس خواب کی اس سال تعبیر واقع ہونے میں شک نہیں تھا لیکن جب صلح کا واقعہ پیش آیا اور اس سال صحابہ واپس آ گئے اور اگلے سال عمرہ کا پروگرام بنا تو اس سے بعض صحابہ کرام کے دل میں کئی خیالات پیدا ہوئے حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات بھی پوچھے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ نے تو فرمایا تھا: ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف بھی کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [بَلٰى، (أَفَأَخْبَرْتُكَ أَنَّكَ تَأْتِيهِ) الْعَامَ؟] ''ہاں! لیکن کیا میں نے تمھیں یہ بھی بتایا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: نہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ] ''تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف بھی کرو گے۔'' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعینہ یہی جواب دیا تھا۔② اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ ''البتہ تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو خواب حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ البتہ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے، اگر اللہ نے چاہا۔'' ان شاء اللہ کے الفاظ خبر کی تحقیق وتاکید کے لیے ہیں، استثنا سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

---

① مسند أحمد: 315,314/1 اس کی سند محمد بن عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ② صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد.....، حدیث: 2732,2731 جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 332-328/4 عن المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ ومروان بن الحكم میں ہیں۔

﴿ اٰمِنِيْنَ ﴾ ''امن وامان سے۔'' یعنی مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت تم امن وامان کی حالت میں ہو گے، ﴿ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ﴾ ''اپنے سرمنڈوا کر اور اپنے بال کتروا کر۔'' جیسا کہ بعض صحابہ نے سرمنڈوا دیے تھے اور بعض نے بال کتروا دیے تھے اور صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ] قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: [رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ] قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: [رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ] قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ، يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: [وَالْمُقَصِّرِيْنَ] ''اللہ تعالیٰ سرمنڈانے والوں پر رحم فرمائے۔'' صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں پر بھی؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سرمنڈانے والوں پر رحم فرمائے۔'' صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں پر بھی؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سرمنڈانے والوں پر رحم فرمائے۔'' صحابہ نے پھر عرض کی: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں پر بھی؟ تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بال کتروانے والوں پر بھی (اللہ رحم فرمائے۔)''[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا تَخَافُوْنَ ﴾ ''تم (کسی طرح کا) خوف نہ کرو گے۔'' اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے مکہ میں داخلے کے وقت امن ثابت کر دیا اور شہر میں قیام کے وقت خوف دور کر دیا کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے، یہ عمرہ قضا کے وقت کی کیفیت بیان کی جارہی ہے جو ذوالقعدہ 7 ہجری میں ادا کیا گیا تھا۔ نبی ﷺ جب ذوالقعدہ میں حدیبیہ سے مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے تو ذوالحجہ اور محرم میں مدینہ ہی میں مقیم رہے، صفر میں آپ خیبر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے بعض حصے پر لڑائی سے اور بعض پر صلح کے ساتھ فتح عطا فرمادی، خیبر بہت بڑا علاقہ تھا، یہاں کھجوروں کے باغات اور کھیت کثرت سے تھے۔ نبی ﷺ نے باغات اور کھیتوں کو اس شرط پر یہودیوں ہی کے پاس رہنے دیا کہ وہ پیداوار کا نصف مسلمانوں کو دیں گے۔[2] جبکہ آپ نے خیبر کی تمام اراضی صرف اہل حدیبیہ ہی میں تقسیم فرمادی اور اہل حدیبیہ کے علاوہ اور کوئی اس غزوے میں شریک نہیں تھا، سوائے جعفر بن ابوطالب اور ان کے رفقاء کے جو حبشہ سے تشریف لائے تھے اور ابوموسیٰ اشعری اور ان کے رفقاء کے (جو یمن سے تشریف لائے تھے) اور اہل حدیبیہ میں سے کوئی بھی اس غزوے سے غائب نہیں رہا۔[3] البتہ ابن زید کے بقول ابودجانہ سماک بن خرشہ غائب تھے۔[4] جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تفصیل موجود ہے۔

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے۔ ذوالقعدہ 7ھ میں رسول اللہ ﷺ اور اہل حدیبیہ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، ذوالحلیفہ سے احرام باندھا، قربانی کے جانور بھی ساتھ لے لیے، ایک قول کے مطابق ان کی تعداد ساٹھ اونٹ تھی، آپ نے تلبیہ کہا اور صحابہ کرام بھی تلبیہ پڑھتے ہوئے چلنے لگے اور جب مَرّ الظہران[5]

---

[1] صحيح البخاري، الحج، باب الحلق و التقصير عند الإحلال، حديث: 1727 و صحيح مسلم، الحج، باب تفضيل الحلق على التقصير و جواز التقصير، حديث: (318)-1301 واللفظ له عن ابن عمر رضي الله عنه. [2] دیکھیے صحیح البخاری، المغازي، باب معاملة النبي ﷺ أهل خيبر، حديث: 4248 عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه. [3] دیکھیے صحیح البخاری، فرض الخمس، باب: ومن الدليل على أن الخمس......، حديث: 3136 عن أبي موسى رضي الله عنه. [4] تفسير الطبري: 140/26.
[5] مَرُّالظَّهران مکہ اور عسفان کے درمیان ایک وادی کا نام ہے اور اس کی طرف منسوب بستی کا نام مَرّ ہے، النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير: 167/3، مادة: ظهر.